مجالس الشیخین

یعنی

دِل کا چین

از فیوضات حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی

نوٹ:- مقالات احسانی پر تبصرہ کرتے وقت میں نے لکھا تھا کہ اس کتاب کے آخری حصہ کو (جس کا نام مجالس الشیخین ہے) بالاقساط ہدیۂ ناظرین کروں گا۔ الحمدللہ اس کی دوسری قسط ذیل میں درج کی جا رہی ہے، اور انشاء اللہ یہ سلسلہ پابندی سے جاری رہے گا۔ مقصد یہ ہے کہ میری طرح اس رسالہ کے ناظرین بھی ان حقائق سے مستفید ہو سکیں، جو فاضل گیلانی مرحوم نے فتوحات اور مثنوی سے اخذ کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو خلد بریں میں بھی ان بزرگوں کی صحبت سے شاد کام فرمائے آمین

شین سے مجلس شیخ اکبرؒ اور میم سے مجلس مولانا رومؒ مراد ہے۔　　　(مدیر)

مجلس (۳) ۶ اپریل ۱۹۵۰ء،
اہل ایمان کے عذاب کی نوعیت

شیخ کی مجلس فتوحات میں حاضر ہوا، ارشاد ہو رہا تھا۔ اہل ایمان کے عذاب کی نوعیت کیا ہے آپ کا جو عام طریقہ ہے، تقریر اسی خصوصیت کے ساتھ شروع ہوئی تمہیداً فرمایا گیا کہ یہ آدمی کی روح درحقیقت عاقل، بالغ، عارف، مومن بن کر پیدا ہوئی۔ مومن سے مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور توحید کا علم اس کو حاصل تھا۔ قرآن میں فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا اور حدیث میں کل مولود یولد علی الفطرۃ کا یہی مطلب ہے درمیان میں فابواہ والی حدیث کا ذکر کرتے ہوئے نکتہ کہتے چلے گئے ہیں کہ یتیم کا باپ نہیں ہوتا۔ لیکن باپ کی جگہ جس کی بھی زیر پرورش ہوتا ہے، وہی اُس کا باپ ہوا۔ پھر

ربع میں مقداری وسعت نہیں اس پر شیخ نے بیان دیا اور وہی مشہور تقریر کی۔ کہ امتداد کی صورت میں علم و جہل کا مختلف جزوں میں جمع ہو جانے کا احتمال پیدا ہوگا۔ حالانکہ بداہتہً آدمی پاتا ہے کہ معلوم معلوم ہے۔ اور مجہول مجہول۔ بہرحال اگر اپنی ذات کا شعور روح کو نہ ہو، تو حق تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار وہ کیسے کر سکتی تھی۔ پس آدمی کی اصل حقیقت اس کی روح ہی ہے پھر اس روح کو کو کسی بدن سے متعلق کر دیا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ روح کا استقرائی تعلق ہوتا ہے۔ اور اس کی ملک میں بدن بدن کے اعضاء دے دیئے جاتے ہیں، اسی بدن میں کچھ قوتیں اور آلات بھی ودیعت کر دیئے گئے ہیں۔ جن میں بعض حسی اور بعض میں معنوی قوتیں ہیں روح کو پھر حکم دیا۔ کہ ان ہی بدنی قویٰ کی راہ سے علم حاصل کرے اور ان قوتوں کو ان حدود کا پابند ہو کر استعمال کرے۔

پھر ان آلاتِ بدنی کے مختلف مراتب اور ان کی مختلف نوعیتیں ہیں، معنوی قویٰ سب کامل و مکمل ہیں، بجز ایک خیالی قوت کے کہ یہ بسبب نظرتاً کمزور پیدا ہوئی ہے اور حسی قوتیں بھی کمزور ہیں۔ ان دونوں یعنی خیالی اور حسی قوتوں کو جسم کا تابع بنا دیا گیا۔ جسم جس حد تک بڑھے گا اور بڑا ہوگا۔ ان قوتوں میں بھی اضافہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں خیالی قوت کی ہمہ گیری پر شیخ نے کچھ باتیں فرمائیں کہ سامعہ باصرہ الغرض ہر حاسہ سے معلومات کو لینے کی اس میں صلاحیت ہے۔ اور ان معلومات پر قوت مفکرہ اور قوت واہمہ عمل کرتی ہے

بہرحال شیخ نے فرمایا کہ روح ان قویٰ سے جو استفادہ میں تابع جسم کی نہ ہوتی۔ تو پیدا ہونے کے ساتھ ہی ہر شخص مکلف ہو جاتا مگر جسم کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے تکلیف کے لئے عمر کی ایک مدت مقرر کر دی گئی ہے۔ شیخ کے نزدیک سات سال کی عمر سے تکلیف کی مدت شروع ہو جاتی ہے اور قانونی مطالبات کے لئے بلوغ کی شرط لگائی گئی ہے۔ مگر پھر بھی قتل جو بچپن میں ہوا ہو اُس کو بلوغ کی حد تک قید کیا جاتا ہے۔ اور ولاۃ مقتول کے مطالبہ پر قتل کیا جاتا ہے،

پس خلاصہ یہ ہے کہ بچپن کے خیر و شر کا نتیجہ بھی سامنے آتا ہے، خیر کا پھل تو آخرت میں ملتا ہے، اور شر کا صرف دُنیا میں

اس کے بعد شیخ نے فرمایا کہ

ومن عذاب المومن ما سلط الله عليهم من اصحاب الاهواء والكفار من الاسر والعذاب والاسترقاق والقتل في الدنيا كل هذا يكفرا هفوات وزلات نفسية وحسية على قدر ما وقع منهم،

ایمان والوں کے عذاب ہی کی شکلیں ہیں کہ بدعقیدہ لوگوں اور اہل کفر کو اُن پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ یعنی ان کے قیدی بنا دیئے جاتے ہیں۔ دُکھ اُن کی طرف سے پہونچتا ہے۔ غلام ان کے بنا دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں قتل ہوتے ہیں، یعنی دُنیا میں ان سزاؤں کے شکار ہوتے ہیں۔ مگر یہ سب اہل ایمان کی بیہودہ گوئیوں اور نفسانی و حسی لغزشوں کی سزا ہوتی ہے۔

پھر شیخ نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار جو کچھ کرتے ہیں، وہ

الالاجل ايمانهم — یعنی ایمان کی وجہ سے دشمنی کرتے ہیں،

آیت قرآنی۔

ويخرجون الرسول واياكم ان تومنوا بالله ربكم وما نقموا منهم الا ان يومنوا بالله

نکالتے ہیں رسول اور تم کو اس وجہ سے کہ تم نے مانا ہے اللہ اپنے پرستے والے کو نہ بدلہ لیا انہوں نے مگر اسی بات کا کہ تم نے اللہ کو مانا ہے

یہ بھی فرمایا کہ ومن يقتل مومنا متعمدا کا مطلب یہ بھی کہا گیا ہے کہ مومن کو ایمان کی وجہ سے جو قتل کرے گا اس کی سزا بیان کی گئی ہے،

ای قصد قتله لايمانه ص۹۱۴ ج ۲ — یعنی مومن کے ایمان کی وجہ سے جو قتل کرے

پس تین باتیں معلوم ہوئیں،

۱۔ بچپن کے اعمال بد کی سزا اسی زندگی میں مومن کو ملتی ہے
۲۔ اور اہل ایمان کو بداعمالی کی سزا کفار سے مغلوبیت و تباہی و بربادی سے اسی دنیا میں پہنچتی ہے،
۳۔ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے اجتماعی مصائب جو پہونچتے ہیں، اس کی وجہ بھی ایمان ہوتا ہے

مجلس (۳۰) ۱۴ ستمبر ۱۹۵۰ء
(م) تقلیدی و تحقیقی علم کا فرق

مولانا معنوی کی مجلس میں حاضری کی سعادت میسر آئی۔ آج دو لطیفے ارزانی ہوئے دلقک کا لطیفہ جس نے عفیفہ عورتوں کو چھوڑ کر زن بازاری سے عقد کر لیا تھا۔ کسی بزرگ نے دریافت کیا میاں دلقک تم کو نیک چلن عفیفہ عورت نہیں ملتی تھی جو اس بازاری قحبہ سے تم نے عقد کر لیا۔ مجھ سے کہتے تو ایک خوش کردار زن مستورہ پردہ نشین تمہارے لئے مہیا کر دیتا۔
دلقک نے عرض کیا، حضرت والا! کیا عرض کروں، اس عقد سے پہلے کتنی پردہ نشین مستورہ عورتوں سے فقیر نے نکاح کیا لیکن سب ہی قحبہ بن کر نکل گئیں، تب تھک کر میں نے اس بازاری قحبہ سے معاملہ کر لیا۔ دیکھتا ہوں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے
دلقک نے کہا کہ،

گفت نے مستورہ صالح خواستم   قحبہ گشتند وزغم من کاستم

اس لطیفہ کا ذکر حضرت مولانا نے اپنے اس مشہور شعر کے بعد فرمایا۔ یعنی ؎

آزمودم عقل دور اندیش را   بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

جب عقل پہ بھروسہ کیا دھوکہ اُٹھایا۔ آخر جنون میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔
دوسرا لطیفہ اسی سلسلہ میں مست کا تھا۔ دیوار کے پیچھے پڑا تے کر رہا تھا۔ محتسب نے دھر لیا۔ ابے کون ہے۔؟ تو نے کیا پی لی ہے؟ مست نے کہا جو اس گھڑے میں ہے۔ گھڑے میں کیا ہے؟ محتسب نے پوچھا! مست نے کہا جو میں نے پیا ہے، محتسب نے کہا کہ یہ دور والی گفتگو کیا کرتا ہے۔ چل جیل خانے۔ مست نے کہا کہ

گر مرا خود قوت رفتن بدے   خانہ خود رفتمے دیں کے شدے

اسی تاریخ میں دوسری مجلس میں جانے کا شرف حاصل ہوا۔ بہلول دانا کا قصہ بیان فرما رہے تھے۔ کہ بانس پر چڑھ کر بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے جو کوئی بات پوچھتا تو کہتے جلدی ہٹو میرا گھوڑا کہیں لات نہ رسید کرے، ان سے پوچھا گیا۔ کہ اس عقل و دانش کے ساتھ اپنی یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے، فرمایا کہ میاں! اس شہر کے لوگوں کا اصرار ہے کہ میں ان کے شہر کا قاضی بن جاؤں مگر اس دردسری کو کون خریدے، اپنے خزانے کو میں نے جنون کے گھوڑے کے نیچے دبا دیا ہے الحمد للہ کہ مجھ میں شکر پیدا ہوا ہے اور شکر سے خود ہی لذت اندوز ہوتا ہوں،

کان قندم نیستاں شکرم   ہم زمن می روید من می خورم

بہلول دانا نے کہا کہ میرا علم تقلیدی نہیں ہے، تحقیقی ہے، تقلیدی علم کے متعلق فرمایا کہ عوام و خواص میں روشناس ہونے کے لئے یہ علم حاصل کیا جاتا ہے اس علم سے غرض یہ نہیں ہوتی کہ سمجھنے تا یابد ازیں عالم خلاص، تقلیدی علم والے کی مثال چوہے کی ہے، جو ادھر اُدھر سوراخ کھودتا ہے۔ مگر روشنی سے محروم رہتا ہے۔

بہر حال ایسا علم یا ایسی گفتگو جو تقلیدی ہوتی ہے اس میں جان نہیں ہوتی۔ صرف اپنے خریداروں کے عشق میں ایسا آدمی گھومتا پھرتا ہے، رونق اسی وقت تک اس علم کی رہتی ہے، جب تک خریدار اس کے ملتے ہوں، خریدار غائب علم بھی غائب پس مناسب یہی ہے کہ ان فانی خریداروں کی تلاش چھوڑو۔ اور اس علم کو حاصل کرو جو باقی سے رشتہ ملائے، یہ مفلس خریدار کیا خریدیں گے ؎

اس خریداران مفلس را بہل　　　چہ خریداری کند یکمشت گل

گل مخور گل را مخر گل را مجو　　　زانکہ گل خوارست دائم زرد رو　　　صد ۱۵۵

پس گل خوری سے دست بردار ہو کر دل خوری میں غرق ہو جاؤ۔　　　(دفتر دوم)

مجلس ۴، ۵ ستمبر ۱۹۵۰ء
جسد و روح

آج شیخ اکبر کی مجلس میں حاضری کی برکت حاصل ہوئی۔ فرما رہے تھے ہمارے اجسام کیا ہیں، ہماری روحوں کے یہ تابوت، اور ان کی یہ قبریں ہیں، اور اسی لئے ان قبور نے روح کے مشاہدے سے آدمی کو محروم کر رکھا ہے۔ مگر جب اس قبر کو چھوڑ کر روح جدا ہو جائے گی۔ اور یہ جدائی انفعالی نہیں ہوتی بلکہ فنا کی جدائی ہوتی ہے، پس جب اجساد کے مشاہدے سے روح فنا ہو جائیگی یعنی توجہ روح کی طرف اجساد کی نہ رہے گی۔ تو بینائی کی ذاتی صفت چونکہ روح میں ہے۔ اسی قوت سے وہ اپنی ذات کا مشاہدہ کرے گی۔ اور اب اپنے نفس کی معرفت آدمی کو حاصل ہوگی تب اس سے اپنے رب کی معرفت کو روح پائے گی، شیخ نے فرمایا،

پس اس وقت تو اپنی ذات اور رب کی ذات کا علم یقین ہے، اس علم یقین سے جسد کو چھوڑ کر آدمی یقین کی آنکھ سے اپنے آپ کو اپنے رب کو پائے گا۔ اس کو عین یقین کہتے ہیں۔ پھر جب اپنی قبر میں آدمی واپس ہو جائے گا۔ تو اس یقین کو حاصل کرے گا۔ جس کا نام حق الیقین ہے۔ الحاصل علم یقین سے۔ عین الیقین کی طرف اور عین الیقین سے حق الیقین کی طرف آدمی منتقل ہوگا۔ جسد کو چھوڑنے کے بعد اپنی ضریح میں منتقل ہوتا ہے تو اس وقت "علم الیقین" کی طرف واپس نہ ہوگا۔ صد ۵۱۲ ج ۳،

لطیفہ، قیامت کے دن انسان کا "کالفراش المبثوث" ہونا اور پہاڑ کا "کالعھن المنفوش" ہونا۔ اس سے لوگ دہشت ناک مناظر کو اپنے اندر پیدا کرتے ہیں، حالانکہ رحمت الٰہیہ چونکہ ہر چیز میں بکھری ہوئی ہے تو اسی رحمت کے ظہور کی شکل انبعاثِ انسانیت ہوگی۔ اور سخت پہاڑ کا روئی کے گالے جیسا نرم ہو جانا اسی رحمت کے ظہور کا ایک رنگ ہے۔ جو حد سے زیادہ نرم ہے۔ صد ۵۱۲

(باقی آئندہ)